OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 6, Issue 4 (October-December 2023)

امتِ مسلمہ کو درپیش جدید علمی تحدیات: ابن رشد کے افکار سے رہنمائی

Modern Academic Challenges to Muslim Ummah: A Guidance from the Thoughts of *Ibn Rushd*

Dr. Ahmad
Assistant Professor, Islamic Studies, PUT, Rasul, Mandi Bahauddin
Kamran Ali
M. Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Minhaj University, Lahore
Saba Yousuf
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The University of Lahore

Abstract

Nowadays, the Muslim Ummah is facing many problems in the field of knowledge, Science and Philosophy. The Muslim world is intellectually backward compared to the West. There is no legitimate pursuit of education and research in influential and wealthy Muslim countries. In addition, Muslim societies are divided into classes in Education Sector. Ancient and modern educational institutions have become antagonistic to each other. Although efforts have been made to harmonize ancient and modern education, but since the beginning of the new century, the educational revolution has come, institutions of higher learning have been established. New research and academic fields and disciplines have been introduced. For this reason, there have been many effects on Muslim thought. In the passion of research, students are shown the path of Skepticism, Deviation and Atheism. The people of Andalusia were high in knowledge and grace, but Averroes thought several centuries ahead. He was like a modern man who had gone back in time. He is an important Muslim Scholar of the 12th century; he described the usefulness of the continuation of education and research in his books, and tried to

CC BY

connect the scholars with knowledge and wisdom, according to him, it helps to reach God. He explained the utility of Philosophy and wisdom and considered it to a hope for the mankind. Averroes was engrossed in the search for scientific facts and laws of nature and wanted to see the knowledge by religion and reason as harmonious, so that there should be no deep division in the sciences. He drew attention to the teacher adopting the teaching methods according to the mind of the student. He called for faith and belief, and he wanted to keep high-level research within the reach of those who can use these sciences to protect themselves from the evil in their hearts and minds. On the contrary, strange dangers may arise, as he rejected the Atheism and Skepticism. Averroes highlights the importance of acquiring knowledge in the interests of the Muslim Ummah. He acknowledged the supremacy of the divine philosopher and talked about the importance of scientific and research evidence, if the research had continued on this basis, the Muslim Ummah would not have suffered stagnation and decline. Even today, Averroes' research is a guide for the Muslim Ummah. By considering him, Muslims can regain their lost position. This research has shown that his ideas are the guide in contemporary intellectual problems, and should be solved.

Keywords: Atheism, Averroes, Deviation, Education, Skepticism, *Ummah*

تمہید

اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ذات ہے جس نے انسانی تہذیب کی درست رہنمائی کے لیے ہر دور میں انبیاء کرامؑ مبعوث فرمائے، اور انہیں متعلقہ تہذیب کی تفاخرانہ خصوصیت کے مقابلے پر معجزات سے مدد دی گئی، جیسے حضرت مسیحؑ کے معجزات نے طب وحکمت میں مشغول رومی و یونانی اقوام میں ایمانی کشش پیدا کی۔ حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے انبیائے کرام کا پیہم سلسلہ اختتام کو پہنچا، جس میں بنی اسرائیل انسانیت میں ممتاز تھے۔ آپ ﷺ معلم بنا کر مبعوث فرمائے گئے، اور آپ ﷺ کو سب سے بڑا معجزہ کتاب وحی کی صورت میں دیا گیا، جس کی ابدی حفاظت کے الوہی اعلان نے گویا پیشگوئی کر دی کہ آمدہ تہذیبوں کی ترقی کے باعث، علوم وفنون ہوں گے، جن کے تحدیات کو قرآن وسنت سے حل کیا جاسکے گا۔ اس امت کے اہل علم اسرائیلی انبیاء کی طرح درپیش مسائل کے حل کی کاوش کرتے رہے ہیں۔

عصر حاضر میں امتِ مسلمہ کو علمی میدان میں کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مسلم دنیا علمی لحاظ سے مغرب کی نسبت پس ماندہ ہے۔ امتِ مسلمہ کی با اثر اور دولت مند ممالک میں تعلیم و تحقیق کی کما حقہ جستجو نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مسلم معاشرے تعلیم و تربیت کے لحاظ سے طبقات میں بٹے ہوئے ہیں۔ قدیم اور جدید تعلیمی ادارے ایک دوسرے کے متحارب بن گئے ہیں۔ اگرچہ قدیم اور جدید تعلیم میں ہم آہنگی کی کاوشیں زور و شور سے کی جاتی رہی ہیں، لیکن نئی صدی کے آغاز سے تعلیمی انقلاب آگیا، اعلیٰ تعلیم کے ادارے جابجا قائم کیے گئے ہیں۔ نئے نئے تحقیقی اور تعلیمی شعبے اور مضامین متعارف کرائے گئے ہیں۔ اس وجہ سے مسلم فکر پر کئی طرح کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ تحقیق کے شوق میں طلبہ کو تشکیک، انحراف اور الحاد کی راہ دکھائی گئی ہے۔ ابن رشد (1126ء تا 1198ء) ایک راسخ العقیدہ مسلم مفکر تھے، اس تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے افکار عصر حاضر کے فکری مسائل میں رہنما ہیں، اور ان کی روشنی میں جدید مسائل کا حل ملتا ہے۔

تعلیم و تحقیق کے تسلسل کی افادیت

مسلم دنیا تعلیم و تحقیق میں پس ماندہ ہے۔ ابن رشد کے دور میں مسلمان عروج پر تھے۔ اس وقت علمائے اسلام فلسفیانہ تحقیق کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے، تو ابن رشد نے انہیں متنبہ کیا۔ مسلم علماء فقہ اور اس کی تحقیقات کو اہمیت دیتے تھے۔ ابن رشد فقیہ اور مجتہد تھے۔ انہوں نے علمائے اسلام کی رہنمائی کی کہ علم و حکمت سے روگردانی نہ کی جائے۔ عصر حاضر میں علمائے دین قدیم فلسفے سے منسلک ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ مغربی تہذیب اور اس کی فلسفیانہ فکر سے متاثر ہے۔ اس سے مسلم معاشرے میں انحراف اور بُعد بڑھ رہا ہے۔ دیندار اہل علم کو ابن رشد کی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی سرگرمیاں جدید تعلیم و تحقیق کی طرف بھی دکھانی چاہئیں۔ وہ اس سے آگاہی پا کر اس کے مقابلے پر بہتر تحقیقات سامنے لا سکتے ہیں۔ قیاسِ فقہی کی طرح قیاسِ عقلی اور اس کی انواع پر نظر رکھنا، جاننا اور اس بارے میں توجہ دینا شرعی طور پر واجب ہے، جیسا کہ ابن رشد واضح کرتے ہیں:

> ان كان لم يتقدم احد ممن قبلنا بفحص عن القياس العقلى و انواعه ، انه يجب علينا ان نبتدى بالفحص عنه ، و ان يستعين فى ذلك المتاخر بالمتقدم ، حتى تكمل المعرفة به۔ فانه عسير او غير ممكن ان يقف واحد من الناس ، من تلقائه و ابتدائه، على جميع ما يُحتاج اليه من ذلك ، كما انه عسير ان يستنبط واحد جميع ما يحتاج اليه من معرفة انواع القياس الفقهى ، بل معرفة القياس العقلى احرى بذلك۔[1]
>
> اگر ہم سے پہلے کسی نے بھی قیاسِ عقلی اور اس کی اقسام کی جانچ نہیں کی ہے تو ہمیں اس کی جانچ پڑتال شروع کرنی چاہیے، اور بعد والے کے لیے پہلے والے سے مدد لینا چاہیے، یہاں تک کہ اس کا علم مکمل ہو جائے۔ ایک شخص کے لیے خود بخود اور ابتدائی طور پر وہ تمام چیزیں تلاش کرنا مشکل یا ناممکن ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے، بالکل اسی طرح ایک شخص کے لیے قیاسِ فقہی کی اقسام سے متعلق تمام علم جاننا مشکل یا ناممکن ہے، بلکہ قیاسِ عقلی کی معرفت یا لینا زیادہ درست ہے۔

قدیم فلسفے میں انہماک کر کے ابن رشد اس نتیجے پر پہنچے کہ ابن سینا تک پیش کیے جانے والے مسلم فلسفے میں قدماء کی ترجمانی کا حق صحیح اداء نہیں کیا جا سکا۔ اس کے خلاف امام غزالیؒ کی تردید وقعت نہیں رکھتی۔ آپ امام الحرمین ابو المعالیؒ کو اہل صناعہ میں نہیں سمجھتے۔ انہوں نے بلند مرتبے والے قابل افراد افلاطون اور ارسطو سے اختلاف کیا تھا۔ باری تعالیٰ خود اور ملائکہ نے وحدانیت

خداوندی کی شہادت دی ہے۔ ابن رشد کہتے ہیں کہ جو علماء صنعت اور حکمت کو زیادہ جانتے ہیں وہ معرفت الٰہی میں زیادہ بلند مقام رکھتے ہیں۔ حدَثِ عالَم کے بارے میں ابن رشد بتاتے ہیں:

و لن تبين حقيقته الا لاهل صناعة البرهان ، و هم العلماء الذين خصهم الله تبارك و تعالیٰ بعلمه ، و قرن شهادتهم فی الكتاب العزيز بشهادته و شهادة ملائكته۔[2]

اور اس کی حقیقت واضح نہیں ہوگی سوائے ان لوگوں کے جو دلیل وبرہان پیش کرتے ہیں، اور یہ وہ علماء ہیں جن کو خدائے بزرگ وبرتر نے اپنے علم کے لیے منتخب کیا ہے، اور جن کی گواہی عظیم کتاب میں اس کی گواہی اور اس کے فرشتوں کی گواہی سے مربوط ہے۔

ابن رشد چاہتے ہیں کہ عروج پر ہوتے ہوئے وقت کو تاہی نہ کی جائے۔ ایسے اہل علم کی بات نہ سنی جائے جو عقل و خرد پر پابندیاں لگائیں، خاص طور پر جب عقل خدا کی طرف رہنمائی کرے۔ جب امتِ مسلمہ زوال کا شکار ہے تو ابن رشد کی یہ تلقین اور زیادہ قابلِ توجہ ہے۔

علم وحکمت سے خداشناسی

فلسفہ وہی اپنی انتہاء کو چھوتا ہے، جس کی وجہ سے معرفتِ خداوندی حاصل ہوتی ہے۔ ابن رشد فلسفہ میں مگن رہے، اس انہاک کی وجہ سے آپ نے اس علم کی انتہاء کو پالیا، آپ بجا اس نتیجے پر پہنچے کی آپ کے دور میں فلسفہ کی تکمیل ہو چکی ہے۔ آپ اس کی تعلیم و تحقیق کی طرف توجہ دلاتے رہے، کہ معرفتِ خداوندی فلسفہ کی انتہاء ہے، اور یہ عقلی علم ریاضیات کی مانند برہانی طریقے سے ممکن ہے۔[3]

سامی اقوام میں حضرت ابراہیمؑ کے بعد انبیاء ورسل کے سلسلے چلے۔ غیر سامی اقوام نے الہامی ہدایت نہ ملنے پر جہان کی ابتداء میں غور وفکر کیا۔ انہیں ظاہری آنکھ کے دھوکے میں آسمانوں سے اوپر عرش و آب دکھائی نہ دیئے، اسی لیے ماقبل سقراطی دور کے یونانی فلاسفہ مادیت کا دم بھرنے لگے۔ وہ مادے کی ازلیت، علیت کی مانند اس کی حرکت و تشکیل میں خدا سے بے نیازی ظاہر کرتے تھے۔ سقراطی دور کے جلیل القدر حکماء سقراط، افلاطون اور ارسطو غور وفکر سے خدا تک پہنچ کر حکمائے الٰہیین کہلائے لیکن اپنی قوم کی سرشت کے مطابق دیوی دیوتاؤں کو معبود بنا کر مشرک ہی رہے۔ ابن رشد بتاتے ہیں کہ فلسفہ کا میدان خالی نہ چھوڑا جائے۔ اقوام عالم کے تعلیمی تجربے کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں۔ ان کی تحقیقات سے آگاہی حاصل کر کے اس بارے میں تطہیرِ فکر کی کاوش کی جائے۔ ابن رشد کے دور میں لوگ فلسفے سے پہلو تہی کرنے لگے تھے، آپ نے تاکید کی:

يجب علينا ، ان الفينا لمن تقدمنا من الامم السالفة نظرا فی الموجودات و اعتبارها لها بحسب ما اقتضته شرائط البرهان ، ان ننظر فی الذی قالوه من ذلك و ما اثبتوه فی كتبهم : فما كان منها موافقا للحق قبلناه منهم و سررنا به و شكرناهم عليه ، و ما كان غير موافق للحق نبهنا عليه و حذرنا منه و عذرناهم۔[4]

لازم ہے کہ ہم اپنے پیشروؤں کی امتوں پر توجہ دیں، موجودات کو دیکھیں اور ان پر ثبوت کی شرائط کے مطابق غور کریں، یہ دیکھیں کہ پہلوں نے اس بارے میں کیا کہا اور اپنی کتابوں میں کیا ثابت کیا: جو کچھ بھی ہو، اس میں سے حق کے مطابق ملے تو قبول کریں اور اس پر خوش ہوں، اور اس پر ہم ان کا شکریہ ادا کریں، اور جو چیز حق کے مطابق نہ ہو، ہم اس کی نشاندہی کی، اس سے متنبہ کریں اور انہیں معذور جانیں۔

ابن رشد موجودات میں تحقیق کی ضرورت بتاتے ہیں۔ ریاضی کی تعلیم سے آدمی انسانی عقل کی ترقی کے ثمرات حاصل کرتا ہے۔ کتب فقہ اور اصول فقہ کی تکمیل عرصہ دراز کے بعد ہوئی ہے۔ منطق و فلسفہ ابتدائی دور کے حکماء، اخلاف کے لیے جائز ورثہ چھوڑ گئے ہیں۔ یہ نظریہ سازی طویل زمانے کے بعد مکمل ہوئی ہے۔ ہندسہ کی صنعت یا علم ہیئت ناپید ہو جائے تو ایک ذکی انسان کے لیے بھی، وحی الٰہی کے علاوہ، کچھ ہاتھ آنا ممکن نہیں۔ نئی کوشش کر کے تمام اجرام سماوی، ستاروں کی مقدار، اشکال، باہمی درمیانی فاصلہ اور ابعاد کا اندازہ لگانا امر محال ہے۔ آپ نے تحصیل علم کے بعد رصد گاہ کا رخ کیا تھا، بعد میں آپ کو فلسفیانہ امور کی ذمہ داری ملی تو اسے بخوبی نبھایا، اور ساتھ ہی قاضی القضاۃ کا فریضہ بھی اداء کیا۔ آپ علم ہیئت سے دلچسپی مسلسل لیتے رہے، آپ بطور ہیئت دان، اپنے دور میں سمجھتے تھے کہ آج سورج کو زمین سے 150 تا 160 گنا بڑا کہنا مجنون کی بڑ لگتا ہے لیکن جب علم ہئیت کی برہان قائم ہوگئی تو کوئی شک نہیں رہے گا۔

مسلمانوں کے لیے ابن رشد کی رہنمائی یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم سے کوتاہی نہ کریں، اور اس کی قدر بھی کریں۔ ابن رشد فلسفے کی تحقیق کو اعلیٰ تعلیم بتاتے تھے، آپ جامع تعلیم کے بعد فلسفہ پڑھانے اوراس میں تحقیق کرنے پر زور دیتے تھے۔ مغرب میں جامعات اسی طرح تعلیم و تحقیق میں مصروف ہیں۔ سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد بی ایس میں جامع انداز سے مختلف مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ جس مضمون میں فاضل بننے کی ڈگری ملتی ہے، اس مضمون کے ساتھ ساتھ دیگر متعلقہ اور لازمی مضامین کی تعلیم ضروری ہوتی ہے۔ ابن رشد لکھتے ہیں کہ منطق سکھانے کو آپ تعلیم کے عمل کی ابتداء بتاتے ہیں۔ اس کے بعد ہی درجہ بدرجہ حساب، ہندسہ، فلکیات، موسیقی، بصریات، طبعی سائنس اور آخر کار مابعد الطبیعی سائنس کا مطالعہ کیا جائے۔[5]

ابن رشد کو اعلیٰ تعلیم یافتہ یعنی ڈاکٹر آف فلسفی مانا جاتا ہے، آپ علمائے اسلام کو شرعی طور پر فلسفیانہ تحقیق کی افادیت بتاتے ہیں۔ آپ علوم اسلامیہ کے فضلاء کو اعلیٰ تعلیم کی رغبت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ان النظر فی کتب القدماء واجب بالشرع ، اذ کان مغزاهم فی کتبهم و مقصدهم هو المقصد الذی حثنا الشرع علیه۔ و ان من نهی عن النظر فیها من کان اهلا للنظرفیها ، و هو الذی جمع امرین احدهما ذکاء الفطرة و الثانی العدالة الشرعیة و الفضیلة و الخلقیة ، فقد صد الناس عن الباب الذی دعا الشرع منه الی معرفة الله ، و هو باب النظر المؤدی الی معرفته حق المعرفة ۔ و ذلک غایة الجهل و البعد عن الله تعالیٰ۔[6]
>
> اسلاف کی کتابوں میں تحقیق کرنا شریعت کی رو سے فرض ہے، چونکہ ان کی کتابوں کا مطمع نظر اور مقصد وہی تھا جس کے حصول کی شریعت نے ہمیں تاکید کی ہے۔ جس نے اس کو اس پر غور کرنے سے منع کیا، جو غور کرنے کا اہل ہے، اور وہ ہے جس نے دو چیزوں کو ملایا جن میں سے ایک فطری عقل ہے اور دوسری شرعی عدالت، فضیلت اور اخلاق، تو اس نے لوگوں کو اس دروازہ سے روکا، جس سے شریعت نے خدا کی معرفت کی طرف بلایا، تو یہ غور و فکر کا دروازہ ہے جو حقیقی معرفت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ جہالت اور خدا تعالیٰ سے دوری کا آخری ہدف ہے۔

دانشوری اور حکمت سے انسانیت کی مسیحائی

جسمانی اطباء کی طرح روحانی معالجین انسانیت کے لیے مسیحا ہیں۔ ابن رشد الطبیب کے مطابق حکماء کی فقہاء جیسی علمی فضیلت ہے۔ انہوں نے بھی ثبوت سے لکھا ہے جس میں غور کیا جانا چاہیے۔ ان کی بات حق کے مطابق لگے تو قبول کرتے ہوئے اظہار

تشکر و مسرت کیا جائے۔ ان کی تحقیقات میں اگر حق کے خلاف یا قابل اعتراض بات ملے تو اس سے احتراز برتا جائے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے سے کفر، انحراف، گمراہی، لغزش یا مغالطے کا اندیشہ تب ہوتا ہے جب شہوت کا غلبہ ہو یا معلم میسر نہ ہو۔ اہل نظر کو مطالعے سے باز رکھنا پیاسے کو پانی سے منع کر کے موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ یہ ضرر بالعرض ہے نہ کہ بالذات اور منفعت بخش بالعرض ضرر کو ترک نہ کیا جائے۔ حق حق کے منافی نہیں ہوتا بلکہ اس کا مددگار اور اس کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے اسہال کے مریض کے لیے شہد تجویز فرمایا تھا اس کی بیماری بڑھی تو یہ پیٹ کی غلطی تھی اللہ کا فرمان سچ ہے۔ ابن رشد جسمانی و روحانی علاج کی افادیت بتاتے ہیں:

فان هذا النحو من الضرر الداخل من قِبَلها هو شيئ لحقها بالعرض لا بالذات ۔ و ليس يجب فيما كان نافعا بطباعة و ذاته ان يترک لمكان مضرة موجودة فيه بالعرض۔[7]

اس طرح کا نقصان کچھ ایسا اس کی وجہ سے ہے جو اس کے ساتھ حادثاتی طور پر ہوا ہے، خود سے نہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو چیز فطرتاً فائدہ مند ہو اور بذات خود نقصان دہ جگہ پر چھوڑ دی جائے جہاں وہ اتفاقاً موجود ہو۔

اپنے طبی تجربے کو مد نظر رکھتے ہوئے ابن رشد الطبیب کی رائے یہ ہے کہ ڈوبنے والے کے لیے احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہ بہت سے امراض میں بدرجہ اولیٰ ملحوظ رکھنی چاہیے۔ سکتہ جیسے امراض کے متعلق اطباء میں سے معروف طبیب کہتے ہیں کہ جس کی سانس رک گئی ہو اسے تین گھنٹے بعد دفن کر دینا چاہیے۔ حکیم ابن رشد شرعی مسائل بیان کرتے ہوئے اپنے طبی علم اور تجربے سے استفادہ کرنا نہیں بھولتے۔ آپ بتاتے ہیں کہ حاملہ عورت کو آنے والا حیض کا خون عورت کی وافر قوت اور جنین کے چھوٹا اور کمزور ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ حمل کے اوپر ایک اور حمل بھی ممکن ہے جیسا کہ بقراط، جالینوس اور تمام اطباء کہتے ہیں۔ زیادہ تر حاملہ عورت کا خون اس کی مسلسل بیماری یا کمزوری کا خون ہوتا ہے۔ آپ حاملہ پر اس کے ماحول کے اثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کچھ رومی ممالک میں دو دریا آمنے سامنے ہیں۔ جن میں سے ایک سے بھیڑ نے پی لیا تو وہ سفید بچے جنے گی جبکہ دوسرے سے پینے والی کالی بھیڑیں جنم دے گی۔[8]

جب طلبہ اسلام عالم و فاضل بن جائیں، تو وہ انسانی علوم سے شناسائی لازمی پیدا کریں، ابن رشد لکھتے ہیں:

ان مثل من منع النظر فی کتب الحکمة من هو اهل لها من اجل ان قوما من اراذل الناس قد یظن بهم انهم ضلوا من قبل نظرهم مثل من منع العطاشی من شرب الماء البارد العذب حتی ماتوا من العطش ، لان قوما شرقوا به فماتوا ، فان الموت عن الماء بالشرق امر عارض و عن العطش امر ذاتی و ضروری۔[9]

جو ان لوگوں کو حکمت کی کتابوں کو دیکھنے سے روکے، جو ان کے لائق ہیں، اور وہ انتہائی ناپاک لوگ، جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کتب کو دیکھنے کی وجہ سے وہ گمراہ ہو گئے ہیں اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو پیاسے کو ٹھنڈا اور تازہ پانی پینے سے روکتا ہے، حتیٰ کہ وہ پیاس سے مر جائیں، اس لیے کہ بعض لوگوں نے اس سے چشم پوشی کی اور پیاسے مر گئے، کیونکہ موت مشرق میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے بھی ہوتی ہے، تو پیاس کو دور کرنا ایک ذات کے لیے اور ضروری امر ہے۔

ابن رشد دینی علم والے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کئی نسلوں سے ان میں محدث اور فقیہ سامنے آ رہے تھے۔ آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کے بہتر استعمال اور محنت سے عقلی اور جسمانی حکیم بنے۔ آپ کو آباء و اجداد کی احادیث مبارکہ کے نور سے اقتباس شدہ بصیرت کی وراثت کا حصہ بھی حاصل رہا۔ آپ ایک مقام پر ابن رشد الجد کی کتاب المقدمات کا حوالہ دیتے ہیں کہ برتن کے سات بار دھونے کے حکم والی حدیث قابل فہم ہے جو علت کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ حکم نجاست کی وجہ سے یا اس اندیشہ سے ہے کہ برتن میں منہ ڈالنے والا کتا دیوانہ ہو سکتا ہے یا اس کا زہر خطرناک ہو۔ شریعت میں علاج معالجہ کی غرض سے بھی مسائل ہیں۔ کوئی مکھی کھانے میں گر جائے تو اسے ڈبو دیا جائے کیونکہ ایک پر میں مرض اور دوسرے میں اس کا علاج ہے۔[10]

آپ نے اپنی کتاب "الکلیات" کو سات کتب تشریح الاعضاء، صحت، مرض، علامات، ادویہ و اغذیہ، حفظ صحت، مرض سے شفاء میں تقسیم کیا ہے۔ آپ میڈیکل سائنس یعنی طب کو ایک ایسی صناعت قرار دیتے ہیں جو علم اور تجربے سے حاصل کی جاتی ہے۔ آپ علم و تجربہ دونوں کو طب کے لیے لازم سمجھتے ہیں۔ اس سے حفظ صحت، بیماری سے تندرستی ہوتی ہے۔[11]

سائنسی حقائق اور قوانین قدرت کی جستجو

ابن رشد خلقت میں تفکر کر کے اس کو تحریری شکل میں لاتے ہیں۔ اس دوران مسلم فکر کی تاریخ پر آپ کی عمیق نظر واضح ہوتی ہے۔ آپ کے مطابق متکلمین شرع کے ظاہر پر نہیں رکتے بلکہ تاویل کرتے ہیں۔ پیچیدہ مسائل میں اختلاف سے مجتہد عند اللہ حق تک رسائی پالیتا ہے یا غلطی کر جاتا ہے، لیکن دونوں صورتوں میں اجر کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ آپ ﷺ نے بتایا ہے کہ غلطی پر ہونے کے باوجود مجتہد ایک اجر کا حقدار ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

«اِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَاَصَابَ فَلَه اَجْرَانِ»[12]

مجتہد حاکم کے لیے مصیب ہونے پر دو اجر رکھے گئے ہیں۔

ابن رشد کے مطابق حکم لگانے والوں میں سے افضل حاکم وہ ہے جو وجود اور اس کی نوعیت و خواص پر حکم لگائے۔ اللہ نے انہیں خاص تاویل کے لیے منتخب کیا ہے۔ نظری یا علمی لحاظ سے جاہل حاکم معذور نہیں بلکہ اپنی نااہلی کی وجہ سے گناہگار ہو گا۔ موجودات کے بارے میں رائے دینے والا حاکم حکم کی شرائط پر پورا اترنے پر گناہ گار یا کافر نہ ہو گا۔ حلال و حرام میں اصول کی معرفت اجتہاد کی شرط و سبب ہے۔ آپ نے بتایا کہ سورج اور دوسرے سیاروں کی حرارت کی وجہ ان کی نقل و حرکت اور روشنی کا انعکاس ہے۔[13]

ابن رشد کائنات کی وسعتیں تلاش کرتے ہوئے خالق کائنات کی الوہیت اور ربوبیت کے یقین کو دہری سائنسدانوں کی طرح فراموش نہیں کرتے۔ آپ حدیث جبریل کو مبادی شرع میں سے سمجھتے ہیں اور اس کے مطابق ایمان میں خطاء کا عذر قبول نہیں کرتے۔ آپ ایسے شخص کی تکفیر کے حق میں ہیں جو بغیر کسی شرعی عذر کے مبادی شرع یعنی اللہ کی وحدانیت، نبوت، سعادت یا شقاوت اخروی کے اقرار میں بدعت کرے۔ آپ نے فلکی تحقیقات اور نظریات بھی پیش کیے۔ ابن رشد کا کہنا ہے کہ سارے ثابت اور متحرک ہیں اور دعویٰ کیا کہ ارسطو نے زمین کے چلنے کی دلیل بخوبی باطل کر دی اور اس کے سکون کی وجہ بتائی ہے۔[14]

غور و فکر کی قرآنی دعوتِ عام کی روشنی میں ابن رشد کہتے ہیں:

و اذا تقرر ان الشرع قد اوجب النظر بالعقل فی الموجودات و اعتبارها، و کان الاعتبار لیس شیئا اکثر من استنباط المجهول من المعلوم، و استخراجه منه و هذا هو القیاس، او بالقیاس، فواجب ان نجعل نظرنا فی الموجودات بالقیاس العقلی۔ و

بین ان هذا النحو من النظر الذی دعا الیه الشرع، و حث علیه هو اتم انواع النظر باتم انواع القیاس، و هو المسمی برهانا۔[15]

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ شریعت نے موجودات کو عقل کے ذریعے تلاش کرنے اور ان پر غور کرنے کا حکم دیا ہے، اور یہ غور و فکر نا معلوم کو معلوم سے سمجھنے، اور اس سے اس کو نکالنے سے زیادہ کچھ نہیں ہے، اور یہ قیاس ہے، یا قیاس کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ پس عقلی قیاس سے موجود چیزوں پر غور کرنا ضروری ہے۔ یہ واضح ہے کہ اس قسم کا غور و فکر کہ جس کا شریعت نے مطالبہ کیا ہے، اور اس کی ترغیب دی ہے، یہ سب سے مکمل نظر اور غور و فکر ہے، یہ سب سے مکمل قیاس ہے اور اسی کو برہان اور ثبوت کہتے ہیں۔

آپ کا ماننا تھا کہ اس زمین کے برعکس جو بھاری ہے، آسمانی جسم نہ تو ثقیل ہیں نہ خفیف۔[16]

آپ کی ایک خلائی تحقیق یہ بھی ہے کہ سورج، چاند اور کچھ سیاروں کے ارد گرد ظاہر ہونے والا چمکدار ہالہ حقیقت میں موجود نہیں ہے۔ ہماری بصارت اور تخیل سے ان چیزوں کی روشنی بادلوں میں جھلکتی ہے اور پھر ہماری نگاہ میں آجاتی ہے۔[17]

دینی و دنیوی علوم کی ہم آہنگی

ابن رشد حکمت اور شریعت کے باہمی تعلق کو مخلص دوست اور رضاعی بہن سے تشبیہ دیتے ہیں۔ آپ اپنوں کی دی گئی تکالیف اور اذیت کو دشمن کے عناد سے بدتر سمجھتے ہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ دونوں علوم کے حامی افراد کو شدت پسند ہو کر باہمی بغض و عناد پر نہیں اتر آنا چاہیے۔ فلسفہ و شریعت بالطبع ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور دراصل شریعت اور حکمت میں تعارض نہیں۔

فان الاذاية ممن ينسب اليها هی اشد الاذاية ، مع ما بينهما من العداوة و النغضاء و المشاجرة ، و هما المصطحبتان بالطبع المتحابتان بالجوهر و الغريزة ـ و قد آذاها ايضا كثير من الاصدقاء الجهال ممن ينسبون انفسهم اليها ـ[18]

باہمی دشمنی، ناراضگی اور جھگڑے کی وجہ سے، ایسے شخص کی طرف سے جو قریبی نسبت رکھتا ہو، جو نقصان پہنچایا جاتا ہے، وہ سب سے زیادہ شدید نقصان ہوتا ہے، اور یقیناً وہ دوساتھی ہیں جو جوہر اور جبلت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ خود کو اس کی طرف منسوب کرنے والے بہت سے جاہل دوستوں نے بھی اسے نقصان پہنچایا ہے۔

ان الشريعة قسمان : ظاهر و مؤول ، و ان الظاهر منها هو فرض الجمهور، و ان المؤول هو فرض العلماء ـ و اما الجمهور ففرضهم فيه حمله على ظاهره و ترك تاويله ، و انه لا يحل للعلماء ان يفصهوا بتاويله للجمهور ـ[19]

شریعت کی دو قسمیں ہیں: ظاہر اور قابلِ تاویل، اور ان میں سے ظاہر عوام کا فریضہ ہے، اور تاویل علماء کا فرض ہے۔ جہاں تک عوام کا تعلق ہے تو ان کا کام یہ ہے کہ وہ اسے اس کے ظاہری معنی کی بنیاد پر رک جائیں اور اس کی تاویل کو ترک کر دیں اور یہ کہ اہل علم کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کی تاویل اور تشریح عوام کے سامنے تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔

آپ کے مطابق شریعت کا مقصود علم حق، عمل حق اور تکمیل علم حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کو موجودات کی حقیقی معرفت حاصل ہے۔ عمل حق ان افعال کو اختیار کرنا ہے جن سے سعادت کا حصول ہوتا ہے اور ان افعال سے احتراز برتنا ہوتا ہے جو بدبختی کا باعث ہیں۔ ظاہری بدنی اعمال کا علم فقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ نفسانی افعال میں شکر و صبر جیسے اخلاق حسنہ کی شرع نے دعوت

دی ہے یا رذائل سے روکا ہے۔ زہد اور علوم آخرت کی طرف ابو حامد چلے ہیں جن کا درست ماننا ہے کہ تقویٰ سعادت کا سبب ہے۔

حکیم ابن رشد قیاس برہانی سے حاصل ہونے والے حق کو شریعت کے بیان کردہ حق کا متضاد نہیں سمجھتے بلکہ انہیں باہم موافق کہتے ہیں۔ آپ کے مطابق برہان سے اللہ تعالیٰ کی پہچان کرانے والا حق وحی الٰہی کے حق کی گواہی دیتا ہے۔ شریعت ایک ایسا حق ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی معرفت، سعادت، جبلت اور طبیعت کے رستے سے تصدیق کراتا ہے۔

ابن رشد معرفتِ خداوندی کے لیے سائنسی علوم کی اہمیت بتاتے ہیں:

> و اذا كان الشرع قد حث على معرفة الله و سائر موجوداته بالبرهان، و كان من الافضل، الامر الضروری ، لمن اراد ان يعلم الله و تعالى و سائر الموجودات بالبرهان ان يتقدم اولا و يعلم انواع البراهين و شروطها ، و بما ذا يخالف القياس البرهانی القياس الجدلی ، و القياس ، و القياس المغالطی ، و كان لا يمكن ذلک دون ان يتقدم فيعرف قبل ذلک ما هو القياس المطلق ، و كم انواعه ، و ما منه قياس و ما منه ليس بقياس ، و ذلک لا يمكن ايضا الا و يتقدم فيعرف قبل ذلک اجزاء القياس التی منها تركب ، اعنی المقدمات و انواعها۔[20]
>
> اگر شریعت خدا اور اس کی تمام مخلوقات کو ثبوت کے ذریعے جاننے کی ترغیب دیتی ہے، اور یہ افضل اور ضروری ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور دیگر تمام مخلوقات کو ثبوت کے ذریعے جاننا چاہتا ہے، وہ پہلے سامنے آئے اور ثبوت کی اقسام اور ان کی شرائط کے بارے میں جان لے، اور جو ثابت پر مبنی قیاس سے متصادم ہے، وہ قیاس جدلی، محض قیاس، اور غلط قیاس ہے، اور یہ ممکن نہیں ہے پہلے یہ جانے بغیر کہ مطلق قیاس کیا ہے، اور اس کی کتنی قسمیں ہیں، اور اس میں سے کیا قیاس ہے؟ اور کیا قیاس نہیں ہے، اور یہ بھی ممکن نہیں جب تک کہ وہ آگے بڑھے اور اس سے پہلے ان اجزاء کو سیکھے جن سے قیاس بنایا گیا ہے، میرا مطلب ہے قیاس کا ابتدائی تعارف اور اس کی اقسام۔

ابن رشد فلسفہ اور دین کے باہمی تعلق کو خاندانی رشتے کے مشابہ دیکھتے ہیں، جہاں مختلف جنس، طبیعت اور مزاج کے افراد تعلق کی ضرورت و اہمیت کو سمجھتے ہوئے صلح پسندی سے رہتے ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے آپ شرعی نقطہ نظر کا تحقیقی سوال کرتے ہیں کہ کیا شرعی طور پر فلسفہ اور منطق کے علوم میں نظر کرنا مباح ہے کہ محظور یا مندوب ہے کہ واجب؟ یعنی استفتاء یہ ہے کہ آیا فلسفہ اور علومِ منطق میں غور و خوض شرعاً جائز ہے یا حرام؟ اعلیٰ پایہ کے قاضی اور مفتی کے طور پر آپ آیات قرآنی ور احادیث نبوی سے استدلال کرتے ہیں۔ آپ اس پر اباحت بلکہ وجوب کا حکم لگاتے ہیں۔ آپ کے مطابق موجودات میں غور و خوض کامل قیاس یعنی برہان کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس فلسفیانہ تفکر کے لیے منطق کی مدد ضروری ہے جس سے آگاہی عارف باللہ پر واجب ہے۔

معلم کا اندازِ تعلیم

آپ قدیم حکماء کی کتب سے ہر خاص و عام کے استفادے اور کتب برہان کی عام تشہیر کے مخالف ہیں۔ آپ انہیں صرف اہل برہان کے لیے خاص سمجھتے ہیں۔ آپ کی عقلیات میں کثیر کتب ہیں جو عصری ضرورت کے تحت ہی انہوں نے رقم کیں ورنہ

آپ ایک حرف نہ لکھتے۔ آپ کی نگاہ میں فلسفہ بدعت نہیں کہ صدر اول میں نہ تھا۔ آپ بتاتے ہیں کہ نصوص کے پردے میں حشویہ نے اس سے احتراز کیا ہے۔

اہل سنت کے ظاہری مذہب کے امام ابن حزم کا نقطہ نظر یہ تھا کہ حکیم ارسطو کی منطق علم مظلوم ہے اور مظلوم کی مدد کرنا لازمی ہے اور اس کا اجر ہے اور جو شخص منطق نہیں جانتا اس کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ غالی شیعہ فرقے حشویہ کے متبعین قرآنی آیات کے ظاہر سے باری تعالیٰ کی تشبیہ و تجسیم اور بشری صورت، چھونے، مصافحہ کرنے اور مخلص مسلمانوں سے دارین میں معانقہ تک کے قائل تھے جن کے رہنما داؤد الجواربی کا کہنا ہے کہ مجھے فرج اور داڑھی سے معاف رکھو اس کے علاوہ کچھ بھی سوال کر لو۔ اور کہا کہ ان کے معبود کا جسم، گوشت، خون، اعضاء اور اسی طرح تمام صفات ہیں لیکن یہ مخلوق کی مثل، عام نہیں۔[21] ابن رشد امت کی اکثریت کی جانب سے قیاس عقلی کے اثبات کا دعویٰ کرتے ہیں:

> و لیس لقائل ان یقول ان هذا النوع من النظر فی القیاس العقلی بدعة ، اذ لم یکن فی الصدر الاول ۔ فان النظر ایضا فی القیاس الفقهی و انواعه هو شیئ استنبط بعد الصدر الاول و لیس یُری انه بدعة۔ فکذلک یجب ان یُعتقد فی النظر فی القیاس العقلی۔ اکثر هذه الملة مثبتون القیاس العقلی ، الا طائفة من الحشویة قلیلة و هم محجوبون بالنصوص۔[22]
>
> کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ عقلی قیاس پر اس طرح غور کرنا بدعت ہے، جیسا کہ صدرِ اول میں نہیں تھا۔ دراصل فقہی قیاس اور اس کی اقسام پر بھی غور کرنا ایسا ہی ہے، یہ بھی صدر اول کے بعد پروان چڑھا اور اسے بدعت نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح عقلی قیاس پر غور کرنا ضروری ہے۔ اس ملت و امت میں سے زیادہ تر فرقے عقلی قیاس پر کاربند ہیں، سوائے حشویوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے جو نصوص سے مخفی ہیں۔

ابن رشد کہتے ہیں کہ تاویل کے معنی لفظ کی حقیقت یا مجاز سے برہان اور دلالت نکالنا ہے۔ برہان کی ظاہری شریعت سے مخالفت ہونے پر عربی قانون تاویل کی رو سے تاویل کی جا سکتی ہے۔ فقیہ کے پاس قیاس ظنی جبکہ عارف کا قیاس یقینی ہوتا ہے۔ اس قضیہ میں مسلم کو شک ہے نہ مومن کو تردد کہ شرع کے تمام الفاظ ظاہر پر محمول نہیں کیے جا سکتے اور نہ ہر ایک کی تاویل کی جائے گی۔ اختلاف یہ ہے کہ کس کی تاویل کی جائے اور کس کی نہ کی جائے۔ شریعت کا مقصود سب کی تعلیم ہے اور تعلیم کی دو اقسام ہیں تصور اور تصدیق۔ لوگوں کو تین طریقوں سے تصدیق حاصل ہوتی ہے۔ تصور کا طریقہ یہ ہے کہ بذات خود کسی شے یا اس جیسی سے تصدیق کرنا۔ ابن رشد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مثالیں بیان کر کے تصدیق کی دعوت دی ہے اور اس کی شرع ظاہر و باطن میں منقسم ہے۔ ظاہر میں بیان کردہ مثالیں اپنے معانی بتاتی ہیں جبکہ باطن کے معانی اہل برہان کے بغیر معلوم نہیں ہوتے۔

ایمان و یقین کی دعوتِ وعام

ابن رشد کے مطابق لوگوں کو عقیدے کی تلقین ان کے اجسام و حواس کے لحاظ سے دی گئی ہے۔ اس محسوس وجود کو ماوراء کی غایت نہیں۔ اہل برہان ظاہر کی تاویل کریں اگر وہ ظاہر پر محمول کریں تو کفر ہو گا۔ اسی طرح اہل برہان کے علاوہ لوگ تاویل کریں تو کفر یا بدعت ہو جائے گی۔ ابن رشد خالق کو حیاتیات، طبیعیات اور دیگر سائنسی علوم کے ذریعے پہچاننے کے بارے میں لکھتے ہیں:

فان من لا يعرف الصنعة لا يعرف المصنوع و من لا يعرف المصنوع لا يعرف الصانع۔ فقد يجب ان نشرع فی الفحص عن الموجودات على الترتيب و النحو الذى استفدناه من صناعة المعرفة بالمقاييس البرهانية۔[23]

جو کاریگری کو نہیں جانتا وہ بننے والی اشیاء کو نہیں جانتا اور جو کاریگری کو نہیں جانتا وہ بنانے والے کو نہیں جانتا۔ ہمیں موجود ہستیوں کو اس ترتیب اور انداز سے جانچنا شروع کرنا چاہیے جس میں ہم نے معرفت کی صنعت میں قیاسِ برہانی سے استفادہ کیا ہے۔

وہی تعلیم سود مند ہے، جو مخلوق کی خالق کی طرف توجہ اور رہنمائی کرے، اور جو لوگ تعلیم و تحقیق میں زندگی صرف کر دیتے ہیں، ان کی قدر و منزلت اللہ رب العلمین کے ہاں بہت زیادہ ہے۔ ابن رشد خدا رسیدہ اہل عقل کی عظمت کے بارے میں آیت مبارکہ پیش کرتے ہیں: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔[24] اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتوں اور علم والوں نے انصاف کے ساتھ کھڑے ہو کر گواہی دی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ غالب حکمت والا ہے۔

الحاد اور تشکیک کا علمی رد

ابن رشد شرک، الحاد اور کفر کے خلاف ہیں۔ آپ کے مطابق سائنس اور عقلیات خدا کی طرف لے جاتے ہیں، جو شخص سائنس و فلسفہ میں جتنا گہرا علم حاصل کرے گا، اس کا مرتبہ اسی قدر بڑھ جائے گا، اور جو شخص اس علم و تحقیق کے باوجود خدا سے آشنا نہ ہو سکے، تو اسے اپنے ذریعہ علم کے بارے میں غور کرنا چاہیئے۔ ابن رشد لکھتے ہیں:

ان كان فعل الفلسفة ليس شيئا اكثر من النظر فی الموجودات و اعتبارها من جهة دلالتها على الصانع۔ اعنى من جهة ماهى مصنوعات، جان الموجودات انما تدل على الصانع بمعرفة صنعتها۔ وانه كلما كانت المعرقة بصنعتها اتم كانت المعرفة باصانع اتم۔ و كان الشرع قد ندب الى اعتبار الموجودات و حث على ذلك۔ فبين ان ما يدل هذا الاسم: اماواجب بالشرع، و اما مندوب اليه۔[25]

موجود مخلوقات کی تحقیق اور اس لحاظ سے غور کر کے خالق کے بارے میں دلائل لانے سے زیادہ فلسفہ کا عمل کچھ نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ مصنوعات کی نوعیت کے لحاظ سے یہ تحقیق ہے، موجودات کی تخلیق کو پہچان کر، بنانے والے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور کاریگری جتنی زیادہ کامل سمجھ آئے، بنانے والے کی معرفت اتنی ہی کامل ہوتی ہے۔ شریعت نے موجود مخلوقات پر غور کرنے پر پسندیدگی اور حوصلہ افزائی کی ہے۔ تو یہ واضح ہے کہ یہ نام کس چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے: یا تو شریعت کے مطابق واجب ہے، یا یہ مستحب ہے۔

ابن رشد کے مطابق فلاسفہ کا علم دہریے سے ممتاز ہے جو مصنوعات کا احساس کر کے بھی مصنوعات ہونے کا اعتراف نہیں کرتا۔ وہ انہیں بخت و اتفاق پر محمول کرتا ہے کیونکہ اس کی نظر میں اشیاء خود بخود پیدا ہوتی ہیں۔ ایسا وجود جو طبعی طور پر متحرک ہے حس اور عقل سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ غیر متحرک وجود جو زمانے سے متصف نہیں، اس کے وجود کو دہریوں کے برعکس برہان سے معلوم کیا گیا ہے۔ ہر ایک متحرک کا حرکت دینے والا ایک فاعل ہے۔ یہ غیر متحرک وجود متحرک وجود کی علت ہے۔ ابن رشد الحاد سے بیزار ہیں، آپ کے اس بارے میں الفاظ یوں ہیں:

و اما مثال الدهرية ، فى هذا ، الذين جحدوا الصانع سبحانه ، فمثال من احس مصنوعات فلم يعترف انها مصنوعات بل نسب ما راى فيها من الصنعة الى الاتفاق ، و الامر الذى يحدث من ذاته۔[26]

اس بارے میں دہریوں کی مثال ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خالق کا انکار کیا، وہ ذات پاک ہے، پھر اس شخص کی مثال جس نے مصنوعات اور فن پاروں کو محسوس کیا اور اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ وہ مصنوعات ہیں، بلکہ اس نے دستکاری اور صنعت کے بارے میں جو کچھ دیکھا اسے اتفاق سے منسوب کیا۔ ،اور وہ معاملہ جو خود سے نئی چیز بن جاتا ہے۔

اغیار سے حصولِ علم

ابن رشد نے صدیوں پہلے بہت اہم تعلیمی اصلاحات کی طرف توجہ دلائی تھی۔ آپ نے عقلی علوم کے حصول کی رغبت دلائی۔ آپ کے مطابق، ذبح کے آلہ کی تیاری میں کاریگر کی کاریگری اہم ہے، اس کے دین وعقیدہ کے بارے میں شرعی طور پر کوئی شرط نہیں ہے۔ علم کے حصول کا بھی یہی معاملہ ہے کہ انسانی علوم سیکھنے میں اپنوں اور اغیار سے طلب علم میں فرق نہ رکھا جائے۔ کسی کے لیے انسانی تجربے سے استفادہ کیے بغیر، از خود ہر علم ابتداء سے جاننا ممکن نہیں۔ اگر اغیار میں سے کسی قیاس عقلی سے کام لیا ہو، اور بہتر انداز سے بیان کیا ہو، تو پہل کر جانے والوں کے راستے پر ان سے مدد لینا ہم پر واجب ہے۔ قدماء کی کتب میں سے صواب کو قبول کیا جائے اور باقی ترک کر دیا جائے۔ آلات کی مدد سے موجودات کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ صنعت کی دلالت سے صانع کی پہچان ہوتی ہے اسی طرح خالق کی معرفت کے لیے موجودات میں تحقیق کی ضرورت ہے۔ ان کی ترتیب قیاس برہانی سے ممکن ہے۔ ابن رشد لکھتے ہیں:

و سواء كان الغير مشاركا لنا او غير مشارك فى الملة ، فان الآلة التى تصح بها التذكية ليس يعتبر فى صحة التذكية بها كونها آلة المشارك لنا فى الملة او غير مشارك ، اذا كانت فيها شروط الصحة ۔ و اعنى بغير المشارك من نظر فى هذه الاشياء من القدماء قبل ملة الاسلام۔ و كان كل ما يحتاج اليه من النظر فى امر المقاييس العقلية قد فحص القدماء اتم فحص ، فقد ينبغى ان نضرب بايديا الى كتبهم ، فننظر فيما قالوه من ذلك ، فان كام كله صوابا قبلناه منهم ، و ان كان فيه ما ليس بصواب نبهنا عليه۔[27]

غیر خواہ ملت میں ہمارے ساتھ شریک ہو یا نہ ہو،
وہ آلہ جس سے حلال ذبیحہ صحیح ہوتا ہے، جب آلہ میں صحیح ہونے کی شرائط پوری ہوں تو بنانے والے کے اعتقاد کے بارے میں پابندی کو نہیں مانا جائے گا، خواہ وہ یا آلے کا مالک ہمارے ملی لحاظ سے شریک ہوں یا نہ ہوں، اور غیر شریک سے میری مراد ہر اس شخص سے ہے جس نے ملتِ اسلامیہ سے پہلے ان چیزوں پر غور کیا ہو۔ اسلاف نے ہر اس چیز کا جائزہ لیا تھا جو قیاسِ عقلی کے معیارات کے لحاظ سے غور کرنے کے لیے ضروری تھا، لہٰذا ہمیں ان کی کتابوں میں دیکھنا چاہیے کہ انھوں نے اس بارے میں کیا کہا ہے، اگر یہ سب صحیح ہے تو ہم ان سے قبول کر لیں گے، اگر ان میں کچھ غلط ہو تو ہم اس کی نشاندہی کریں گے۔

ابن رشد نے تخلیق میں اکیلے خدا سے صرف ایک ہی خلقت کے صادر ہونے کا فلسفیانہ نظریہ درست سمجھا ہے۔ ابن رشد ایک مؤحد فلسفی ہے، وہ اس بارے میں کسی شک و شبہ کا شکار نہیں۔ ارسطو کے خیال میں افلاک بھی معبود تھے۔ وہ قدیم دور میں فکر و عقل سے خدا تک پہنچا تھا۔ اس نے آسمانوں کو اپنے تخلیق کے خاص نظریے کے مطابق خدائی کا درجہ دیا۔ اس موقعے پر اس نے دلائل کچھ اس انداز سے دیئے کہ ابن رشد اس کے طرز بیان کو بے نظیر قرار دیے بغیر نہ رہ سکا۔ ابن رشد ارسطو کی تقلید میں جہان فانی کے خلود، ازلیت اور ابدیت کے بھی قائل ہیں۔ آپ کے مطابق آسمان فاسد ہونے والا نہیں بلکہ ابدی ہے۔[28] ابن رشد استاد سے حصولِ علم کی طلب کو درست روش بتاتے ہیں، استاد کے نظریات و اعتقادات کے بجائے آپ اس سے علم و حکمت کے موتی لینے کا درس یوں دیتے ہیں:

> لو فرضنا صناعة الهندسة فى وقتنا هذا معدومة ، و كذلک علم الهيئة ، و رام انسان واحد من تلقاء نفسه ان يدرک مقادير الاجرام السماوية و اشكالها ، لما امكنه ذلک : مثل ان يعرف قدر الشمس من الارض و غير ذلک من مقادير الكواكب ، كان اذكى الناس طبعا ، الا بوحى او شيىء يشبه الوحى ، بل لو قيل له ان الشمس اعظم من الارض بنحو مائة و خمسين ضعفا او ستين ، لعد هذا القول جنونا من قائله۔ و هذا شيئ قد قام عليه البرهان فى علم الهيئة قياما لا يشک فيه من هو من اهل العلم۔[29]
>
> اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ ہمارے زمانے میں علومِ ہندسہ و ہیئت ختم ہو جائیں، اور یہ کہ کسی ایک انسان کو اپنے طور پر آسمانی اجسام کی وسعتوں اور ان کی شکلوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی پڑے، جیسے زمین سے سورج کی وسعت اور دیگر ستاروں کی مقداروں کو جان لے، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ہوشیار ہو، جب تک کہ وحی یا وحی سے مشابہت نہ ہو، اس کے لیے یہ ممکن نہیں۔ اگر اس سے کہا جائے کہ سورج زمین سے ڈیڑھ سو یا ایک سو ساٹھ گنا بڑا ہے تو وہ اس بیان کو پاگل سمجھے گا۔ یہ وہ چیز ہے جس کی دلیل ہیئت کے علم میں ثابت ہے اور اہل علم میں سے کوئی اس میں شک نہیں کرتا۔

خدا شناس فلاسفہ کی سیادت

ابن رشد کے مطابق اہل برہان بلند مرتبہ ہیں اور آپ استقرائی جدل کو ارسطو کے قیاس سے کم اہمیت دیتے ہیں۔ آپ ثانی الذکر کو زیادہ پر وثوق اور بلند مرتبہ کہتے ہیں۔ آپ استقراء کو عوام کے لیے زیادہ مفید سمجھتے ہیں اور اسے عوام کی منطق کہتے ہیں۔ آپ ارسطو کے قیاس کو خواص یعنی اہل یقین و برہان اور راسخین علم کی منطق سمجھتے ہیں۔ آپ نے تخلیق کی تفہیم کے لیے ارسطو کے افکار میں پناہ لی ہے جس کے مطابق اجرام فلکی رہنما اور نگہداشت کے کام کرتے ہیں اور آپ کے مطابق جواہر خمسہ یعنی مادہ، صورت، حرکت اور زمان و مکان میں سے مادہ برطرف ہونے پر باقی چاروں جواہر ناپید ہو جائیں گے۔[30] قدیم فلاسفہ میں سے حکیم لقمانؑ نے جہان پر تشکر آمیز نگاہ دوڑائی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے جانے کو ظلم عظیم کہا تھا۔ اسی رستے پر امام غزالیؒ گامزن ہوئے تو پکار اٹھے کہ اللہ متقدم تھا جب زمان تھا نہ عالم، پھر اللہ اور اس کے ساتھ یہ بھی موجود تھے۔

ارسطو کے مکتب کے متبعین مشائین (Peripatetic School) کہلاتے ہیں۔ ارسطو کی تقلید میں یہ طبقہ مادے کو حرکت دینے کو تخلیق کا نام دیتا ہے، صانع نے اس کی تشکیل کی اور اس کی صورت گری کی۔ ان کے مطابق یہ عمل خدا اور دنیا کے مابین دائمی رشتہ ہے۔ ابن رشد بھی اسی بات کو مانتے ہیں۔ آپ کے خیال میں خدا ابدی دنیا کی ایک علت غائیہ ہے اور آپ علت و معلول کو

قانون قدرت کے ماتحت سمجھتے ہیں۔ اس کے زیر اثر پیدائش کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ اسلامی شریعت میں اس بارے میں تفصیلات بیان نہیں کی گئیں۔ اشاعرہ حدث عالم سے مراد تخلیق لیتے ہیں، ابن رشد قدمِ عالم (Eternity of the World) کے نظریہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ متکلمین کے دلائل کو شریعت اور برہان کے لحاظ سے اہم نہیں سمجھتے۔ ابن رشد فلسفیانہ معیار پر پرکھنے کے بعد ازلیتِ عالم کے بارے میں امام غزالیؒ کے خیالات، جو فلاسفہ کی آراء کے خلاف ہیں، کو اعلیٰ مرتبے کے جدلی کہتے ہیں لیکن براہین کی طرح نتیجہ خیز نہیں سمجھتے۔ ابن رشد کہتے ہیں:

هذا القول هو قول فى اعلى مراتب الجدل ، و ليس هو اصلا موصل البراهين ، لان مقدماته هى عامة ، اى ليس محمولاتها صفات ذاتية لموضوعاتها و العامة قريبة من المشتركة۔ و مقدمات البراهين هى من الامور الجوهرية الذاتية المناسبة۔[31]

یہ بیان دلیل میں جدل کے اعلیٰ ترین درجے کا ایک بیان ہے، اور یہ قطعاً برہان سے منسلک نہیں ہے، کیونکہ اس کی بنیاد عمومی ہے، یعنی اس میں جن چیزوں پر احتمال کیا گیا ہے اس کے مضامین کی ذاتی خصوصیات نہیں ہیں، اور عموم مشترک کے قریب ہے۔ برہان کے ثبوتوں کے مقدمات جوہری، ذاتی اور مناسب امور میں سے ہیں۔

ابن رشد دینی علوم کی طرح عقلی وسائنسی علوم کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ امتِ مسلمہ ہر علمی میدان میں دوڑ سے باہر نہ رہے، آپ رقمطراز ہیں:

فقد يجب على المؤمن بالشرع ، المتمثل امره بالنظر فى الموجودات ، ان يتقدم قبل النظر فيعرف هذه الاشياء التى تتنزل من النظر منزلة الآلات من العمل: فانه كما ان الفقيه يستنبط بالتفقه فى الاحكام وجوب معرفة المقاييس الفقهية على انواعها ، و ما منها قياس و ما منها ليس بقياس ، كذلک يجب على العارف ان يستنبط من الامر بالنظر فى الموجودات وجوب معرفة القياس العقلى و انواعه ، بل هو احرى بذلک اذا كان الفقيه يستنبط من قوله تعالى " فاعتبروا يا اولى الابصار" وجوب معرفة القياس الفقهى ، فكم بالحرى و الاولىٰ ان يستنبط من ذلک العارف بالله وجوب معرفة القياس العقلى۔[32]

شریعت میں مومن پر واجب ہے کہ وہ موجود مخلوقات کو دیکھے، ان چیزوں کو دیکھنے سے پہلے وہ ان چیزوں کو جان لے جو کام کرنے کے آلات کی طرح دکھائی دیتی ہیں۔ جیسا کہ فقیہ ان چیزوں کو سمجھ کر احکام میں نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ فقہی قیاس اور اس کی انواع کو جاننے کی ضرورت ہے، اور یہ کہ یہ قیاس ہے اور یہ کوئی قیاس نہیں ہے۔ اسی طرح عارف کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ موجودات میں تحقیق کر کے استنباط کرے، تو قیاسِ عقلی اور اس کی اقسام کو جانے، بلکہ یہ زیادہ صحیح ہے کہ اگر فقیہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: "تو اے بینائی والے غور کرو!" فقہی قیاس کو جاننے کی ضرورت ہے، تو زیادہ درست اور مناسب یہ اخذ کرنا ہے کہ کوئی جو خدا کو جانتا ہے، اسے عقلی قیاس کا علم ہونا چاہیے۔

سائنسی و تحقیقی شواہد کی اہمیت

سائنسی علوم کی شہادت حق الیقین تک لے جاتی ہے۔ یہ شہادت خداشناس اہل علم ہی لاسکتے ہیں۔ جب وحی الٰہی کی بات سمجھنے میں علمی طور پر دشواری ہو، تو دور کی تاویل نہ لائی جائے۔ ابن رشد بتاتے ہیں کہ وحی الٰہی کی افادیت اور آفاقیت مسلمہ ہے۔ ہماری سمجھ میں رو گردانی ممکن ہے۔ ایک بار علمِ نجوم کے ماہرین نے آندھی آنے اور اس وجہ سے ہلاکتیں ہونے کی پیشگوئی کی جسے سن کر لوگ سرنگیں کھودنے لگے۔ ابن رشد کو علم نجوم میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ابن بدود، والی قرطبہ تھا، اس کے ہاں اس بارے میں بات چیت ہو رہی تھی کہ آپ کے نائب ابو محمد عبد الکبیر نے قوم عاد کا ذکر کیا کہ آندھی کے عذاب سے ان کی ہلاکت ہوئی تھی۔ ابن رشد نے قوم عاد کے سائنسی وجود و ثبوت سے انکار کر دیا تو مجلس پر سکوت چھا گیا۔[33] ابن رشد کو محکمات سے انکار نہیں۔ آپ کی فقہی رائے ہے کہ سورج اور چاند گرہن میں نبی کریم ﷺ کے فرمودات موجود ہیں۔ ان کی علت تلاش کی گئی ہے، جس پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء کا ایک گروہ زلزلہ، آندھی اور طوفان کو آیات الٰہی کہتا ہے اور ان مواقع پر نماز پڑھنا مستحب سمجھتا ہے۔[34] اللہ تعالیٰ کا کلام برحق ہے، سائنسی علم اور اس کی شہادت بے حد و شمار پسماندہ ہے۔ جس طرح فرعون کی لاش کی حفاظت کی آیت کو سمجھنے کے لیے اس کی لاش کی سائنسی شہادت میں صدیاں لگ گئیں، اسی طرح قومِ عاد کے بارے میں آثار قدیمہ، جغرافیہ اور تاریخی ثبوت سے نصوص کی سائنسی شہادت حال ہی میں پایہ تکمیل کو پہنچی ہے۔ 1990ء میں ایک شوقیہ ماہر آثار قدیمہ نکولاس کلیپ نے جزیرۃ العرب میں قرآن کریم میں بیان کردہ ستونوں والے اِرم شہر کو دریافت کیا اور جب اس شہر اور اس کے مضافات کی کھدائی کی گئی تو پتہ چلا کہ یہ قوم عربوں کی خوش قسمت قوم ہونے کے دعویدار تھی اور جب ناسا کے مصنوعی سیاروں کی تصاویر لی گئیں تو قافلوں کے رستوں تک کی نشاندہی ہوئی۔ اس سے پہلے اس سامی نسل کی قرآن کریم میں ذکر کے علاوہ کوئی تاریخی اور جغرافیائی شہادت میسر نہیں تھی۔[35]

خلاصہ کلام

ابن رشد چھٹی صدی ہجری کے مایہ ناز عالم ہیں، آپ نے اپنی کتب میں تعلیم و تحقیق کے تسلسل کی افادیت بیان کی، اور اہل علم کو علم و حکمت سے تعلق جوڑے رکھنے کی کاوشیں کیں، آپ کے مطابق یہ خداشناسی میں معاون ہیں۔ آپ نے دانشوری اور حکمت کی افادیت بیان کی اور اس سے انسانیت کی مسیحائی کی امید کی۔ ابن رشد سائنسی حقائق اور قوانین قدرت کی جستجو میں مگن رہتے تھے۔ آپ دینی و دنیوی علوم کو ہم آہنگ دیکھنا چاہتے تھے، تاکہ علوم میں تقسیم گہری نہ ہو۔ آپ نے طالب علم کے ذہن کے مطابق معلم کو اندازِ تعلیم اپنانے کی طرف توجہ دلائی۔ آپ ایمان ویقین کی دعوتِ وعام دیتے ہیں، اور بلند پایہ تحقیقات ان لوگوں کی دسترس میں رکھنا چاہتے ہیں، جو ان علوم سے اپنے قلوب و اذہان میں کجروی سے بچ سکیں۔ اس کے برعکس عجیب خطرات سامنے آسکتے ہیں، جیسا کہ آپ الحاد اور تشکیک کا علمی رد کرتے ہیں۔ ابن رشد امتِ مسلمہ کے مفاد میں اغیار سے حصولِ علم کی اہمیت اجاگر کرتے ہیں۔ آپ خداشناس فلاسفہ کی سیادت کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ نے سائنسی و تحقیقی شواہد کی اہمیت کی بات کی تھی، اس نہج پر تحقیق جاری رہتی تو امتِ مسلمہ جمود اور زوال کا شکار نہ ہوتی۔ عصر حاضر میں بھی ابن رشد کی تحقیقات امتِ مسلمہ کے لیے رہنمائی کرتی ہیں۔ ان پر غور و خوض کر کے مسلمان اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

References

1 Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, Abu al-Walid, *Fasl al-Maqal fi Taqrir ma bain al-Shariah wa al-Hikmah min al-Itasal* (Beirut: Markaz Darasat al-Wahdah al-Arabia, 1994), 90.

2 Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, Abu al-Walid, *Al-Kashf an manahij al-Adilah fi Aqaid al-Millah* (Beirut: Markaz Darasat al-Wahdah al-Arabia, 1994), 114.
3 Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, Abu al-Walid, *Kitab al-Nafs*, Edit: Ahmad Fawad al-Ahwani, (Cairo: Maktabah al-Nehdha al-Misriyah, 1950), 1.
4 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 93.
5 Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, *Talkhis al-Syasiah le Aflatun*, Edit: Hassan Majeed al-Ubaidy, (Beirut: Dar al-Taleah, 1998), 168.
6 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 83.
7 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 94, 95.
8 Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, *Risael Ibn Rushd al-Tibbiya*, Editor: Saeed Zaid and George Kadwati, (Cairo: Al-Haiyah al-Miriyah al-Aama li al-Kitab, 1987) , 366, 409.
9 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 94, 95.
10 Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, *Badayah al-Mujtahid wa Nihaya al-Muqtasid*, trans: Dr. ubaid Ullah Fahad Falahi, (Lahore: Dar al-Tadhkir), 101, 315.
11 Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, ABou al-Walid, *Sharah Ibn Rushd le Arjoza Ibn Sina*, (Iran: Kitab Khana Madrasa Faqahat), 1: 21.
-Aitsam b al-Bukhari, Kitab al-Sahih al, Muhammad Bin Ismael Bin Ibrahim, Bukhari-Al 12) *Kitab wa al-Sunnah* (Lahore: Maktabah Rehmaniyah, 1985), No: 7352.
13 Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, ABou al-Walid, *Asar al-Alvia*, (Cairo: al-Haiyah al-Misria al-Ama lil kutub, 1994), p. 18.
-ud-, Editing: Jamal*Alam-Sama wa al-Talkhis al*Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, 14) Din al-alvi, (Fass: Manshurat Kuliyyah al-Adab), 268, 272.
, 87.*Maqal-Fasl al*Ibn Rushd, 15)
16 Ibn Rushd, *Talkhis al-Sama wa al-Alam*, p. 84.
17 Ibn Rushd, *Talkhis al-Asar al-Alvia*, 141.
18 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 123, 125.
19 Ibn Rushd, *Al-Kashf an manahij al-Adilah*, 99.
20 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 88.
21 Ibn Hazm, *Al-Taqrib li Hudud al-Mantiq w al-Madkhil alaih* (Beirut: Maktaba al-Hayat, 1994), 8, 10.
22 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 89, 114.
23 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 91.
24 Al-Imran: 18.
25 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 85, 86.
26 Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, ABou al-Walid, *Tahafaf al-Tahafah* (Beirut: Markaz Darasat al-Wahdah al-Arabia, 1994), 307, 325.
27 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 91.
28 Ibn Rushd, Muhammad Bin Ahmad, ABou al-Walid, *Talkhis ma bad al-Tabiyah*, Edit: Othman Amin, (Cairo: Maktabah al-Babi al-Halbi, 1958), 135, 153.
29 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 92.
30 Averroes, *Commentary on Aristotle's Metaphysics*, trans. Charles Genequand, (Leiden: Brill, 1984), 200.
31 Ibn Rushd, *Talkhis ma bad al-Tabiyah*, 124, 136.
32 Ibn Rushd, *Fasl al-Maqal*, 89.
Ibn Rushd, *al-Mujtahid wa Nihaya al-Muqtasid*, 298.
33 Juma, Muhammad Lutfi, *Tarikh Falasfah al-Islam*, Trans: Dr. Mir Wali-ud-Din, (Karachi: Masood Publishing House, 1964), 133.
34 Ibn Rushd, *al-Mujtahid wa Nihaya al-Muqtasid*, 298.
35 Haron Yahya, *Tabah Shudah Aqwam*, trans: Dr. Tahir Hameed Tanoli, (Lahore: Islamic Research Center Pakistan, 2002), 89.